© rasailojaraid.com

اور ان کے عزل و نصب میں عوام کی اس آزادانہ رائے کو بھی خاصا دخل ہوتا ہے۔ ان کے انتخاب کے لیے کسی مصنوعی طریقہ یا انتخابی مہم کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ یہاں مشیر کا نہ تو دولت مند ہونا ضروری ہوتا ہے۔ نہ اسے کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا انھیں نہ تو مذکورہ جرائم کا مرتکب ہونا پڑتا ہے اور نہ ہی رشوت اور غبن کے ذریعہ انھیں اپنی دولت بڑھانے کی فکر ہوتی ہے۔

۶۔ مدت منصب: جمہوریت میں پارلیمنٹ کی ممبرشپ ایک حق ہے۔ اب اسی طرح کے دوسرے حق دار اس انتظار میں رہتے ہیں کہ انھیں یہ حق کب نصیب ہوتا ہے۔ لہٰذا اس منصب کی مدت معین کر دی گئی ہے۔ جب کہ شوریٰ کی ممبرشپ حق نہیں بلکہ ایک ذمہ داری ہے۔ اور یہ مشیر خدا کے سامنے جوابدہی کے تصور کو سامنے رکھ کر اپنا فریضہ سرانجام دیتے ہیں لہٰذا یہاں مدت منصب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۶۔ امیر اور شوریٰ کا انتخاب

اولوالامر کے اوصاف

۱۔ مسلمان ہونا ایک اسلامی ریاست کے خلیفہ یا امیر اور اسی طرح باقی سب اولوالامر جن میں اہل شوریٰ یا ارباب حل و عقد، انتظامیہ اور عدلیہ کے ممتاز ارکان شامل ہیں ــــ کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اسلامی ریاست ایک نظریاتی ریاست ہوتی ہے اور وہ لوگ جو اس نظریہ پر ایمان ہی نہ رکھتے ہوں وہ اس کا کاروبار کیسے چلا سکتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ (۴/۵۹)

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں

دوسرے مقام پر فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا (۳/۱۱۸)

اے ایمان والو! نہ بناؤ بھیدی کسی کو اپنوں کے سوا۔ وہ کمی نہیں کرتے تمھاری خرابی میں۔

گو امیر یا اولوالامر کی یہ صفت بادی النظر میں چنداں اہم معلوم نہیں ہوتی لیکن اس کی اہمیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور وضاحت اس لحاظ سے ضروری ہے ۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ پاکستان ـــــ جو قرارداد مقاصد مارچ ۱۹۴۹ء کی رو سے اسلامی جمہوریہ پاکستان بن چکا تھا ـــــ کے دستور ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۲ء میں جب یہ شق شامل کی گئی کہ "صدرِ مملکت کا مسلمان ہونا ضروری ہے" تو قومی اسمبلی میں بعض مسلمان حضرات نے ہی اس پر اعتراض کیا تھا کہ محض مذہبی اختلاف کی بنا پر غیر مسلموں کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم کر دیا گیا ہے ۔ دوسرے یہ کہ اس شرط کی موجودگی میں خود ملک بھی ایک قابل ترین شخص کی خدمات سے فائدہ اٹھانے سے محض اس لیے محروم رہ سکتا ہے کہ وہ غیر مسلم ہے۔" پھر یہ بھی درج ہے کہ قائم مقام صدر ـــــ جو قومی اسمبلی کا سپیکر ہوتا ہے ـــــ کے لیے ضروری نہیں کہ وہ مسلمان ہو۔ غور فرمائیے ایسی پارلیمنٹ اسلام کی کیا خدمت کر سکتی ہے؟

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ہماری سپریم کورٹ کے چیف جسٹس (قاضی القضاۃ) جسٹس کارنیلیس رہ چکے ہیں جو ایک عیسائی تھے اور آج کل بھی سپریم کورٹ کے ایک سینئر جسٹس دراب پٹیل عیسائی ہیں۔ اسی طرح دوسری کئی کلیدی اسامیوں پر غیر مسلم یا کمیونسٹ لوگ براجمان ہیں۔ یہ چیز اسلامی تعلیمات کے بھی خلاف ہے اور ہمارے دستور کی اس دفعہ کے بھی خلاف ہے ۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا اقرار کیا گیا ہے اور یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے کہ ہم جمہوریت کو سینہ سے لگائے ہوئے ہیں جس کی بنیاد ہی لادینیت پر ہے ۔

۲۔ علوم قرآن و سنت میں مہارت

امیر اور اولو الامر سب کے لیے ضروری ہے کہ علوم قرآن و سنت کے اس قدر عالم ہوں کہ احوال و ظروف کے مطابق نصوص سے استنباط کا ملکہ رکھتے ہوں ۔ ارشادِ باری ہے۔

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ (۴/۸۳)

اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اس کو پیغمبر اور اپنے سرداروں کے پاس پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے۔

۲۷؎ تحریک آزادی و دستور پاکستان طبع چہارم ص ۲۱۵ از فاروق اختر نجیب۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۔ متقی ہونا امیر یا اولی الامر کے لیے یہی کافی نہیں کہ وہ علوم قرآن و سنت میں ماہر ہو بلکہ اس کا عامل اور متقی ہونا بھی ضروری ہے۔ جتنا کوئی زیادہ پرہیزگار ہوگا اتنا ہی اسلامی معاشرہ کا معزز رکن شمار ہوگا۔ بموجب ارشاد باری تعالیٰ۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (۴۹/۱۳)

اور خدا کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

۴۔ ذمہ داریوں کو نباہنے کی اہلیت ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا (۴/۵۸)

اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اس کے مستحق کے حوالے کرو۔

۵۔ عمر کی پختگی اگر چالیس سال یا اس کے لگ بھگ ہو تو بہتر ہے۔ کیونکہ انسان چالیس کے بعد پختہ عمر ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً (۴۶/۱۵)

یہاں تک کہ انسان بھرپور جوان ہوتا اور ۴۰ سال کی عمر کو پہنچتا ہے۔

مندرجہ بالا پانچ اوصاف "ہر صاحب امر" میں پائے جانے چاہئیں۔ اب اولی الامر کی تین شاخیں ہو جاتی ہیں۔

۱۔ اہل شوریٰ کی نمایاں صفت یہ ہونی چاہیے کہ علوم قرآن و سنت میں مہارت کے علاوہ وہ مہارت کی بنا پر اجتہاد و استنباط کر سکتے ہوں، جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اہل شوریٰ کی یہ نمایاں صفت ہونی چاہیے۔

۲۔ انتظامیہ کے اولوالامر بالخصوص فوج کے افسروں کے لیے جسم کا مضبوط اور بہادر ہونا بھی ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰہُ عَلَیْکُمْ وَزَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (۲/۲۴۷)

اللہ نے تم میں سے اسے انتخاب کیا اور اسے علم اور جسم (طاقت) میں کشادگی دی گئی ہے

۳۔ قاضی کے اوصاف اور جو اولوالامر عدلیہ سے تعلق رکھتے ہوں تو ان میں صاحب بصیرت اور قوت فیصلہ کا مالک ہونا، یہ صفات بھی ضروری ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَاٰتَیْنٰهُ الْحِکْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۔

ہم نے اسے حکمت اور فیصلہ کن بات کرنے کی صلاحیت دی۔

امام بخاریؒ نے کتاب الاحکام میں ایک باب یہ بھی باندھا ہے کہ قاضی کے اوصاف کیا ہونے چاہئیں؟ وہ لکھتے ہیں:۔

وقال الحسن اخذ اللّٰہ علی الحکام ان	امام حسن بصری نے کہا اللہ تعالیٰ نے حاکموں سے یہ عہد لیا۔
لا یتبع الھوی	(۱) خواہش نفس کی پیروی نہ کریں (غیر جانبدار رہیں)
ولا یخشوا الناس	(۲) لوگوں سے نہ ڈریں (بلکہ اللہ سے ڈریں)
ولا یشتروا بایاتی ثمنا قلیلا۔	(۳) اللہ کے احکام کو تھوڑے سے دنیوی مفاد (رشوت وغیرہ) لے کر پس پشت نہ ڈال دیں۔

اور خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز قاضی کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ضروری قرار دیتے تھے۔

وقال مزاحم بن زفر قال لنا عمر بن العزیز، خمس اذا اخطأ القاضی منهن خصلة کانت فیه وصمة ان یکون فهیما	اور مزاحم بن زفر نے کہا کہ ہم سے عمر بن عبدالعزیز خلیفہ نے کہا کہ قاضی کے لیے پانچ باتیں ضروری ہیں۔ ان میں سے ایک بھی نہ ہو تو
	(۱) سمجھ والا ہو (قرآن و حدیث میں فہم سلیم رکھتا ہو)
حلیما	(۲) بردبار ہو۔
عفیفا۔	(۳) حرام کاموں اور بدکاری سے پاک ہو۔
صلیبا	(۴) حق و انصاف پر پکا اور مضبوط ہو۔
عالما سؤلا عن العلم۔	(۵) عالم ہو اور علم کی باتیں دوسرے اہل علم سے تحقیق کرتا ہو۔
(بخاری۔ کتاب الاحکام باب مذکور)	

سربراہِ مملکت کا انتخاب

اولی الامر کی مندرجہ بالا صفات کے علاوہ سربراہِ مملکت میں ایک صفت کا اضافہ ضروری ہے اور وہ یہ کہ اسے عوام کا اعتماد بھی حاصل ہو جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سقیفہ بنی ساعد میں الائمة من قریش کہہ کر اس اصول کی تصریح فرمادی تھی۔ امیر کا انتخاب اہل شوریٰ ہی کی ذمہ داری ہے اور اہل شوریٰ چونکہ امت کے بہترین آدمیوں پر مشتمل ہوتی ہے اس لیے عموماً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شوریٰ میں سے ہی اتقیٰ اور اہل تر آدمی کو امیر منتخب کر لیا جاتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو نامزد فرمایا۔ حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں حضرت عمرؓ شوریٰ کے ممبر بھی تھے اور قاضی القضاۃ کے عہدہ پر بھی فائز تھے۔

حضرت عمرؓ نے جن چھ آدمیوں کو خلافت کے لیے نامزد فرمایا یہ سب آپ کی شوریٰ کے ارکان اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ ایک اور صحابی سعد بن زید بھی آپ کی شوریٰ کے رکن اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور بقید حیات تھے لیکن وہ حضرت عمرؓ کے رشتہ دار تھے۔ لہٰذا ان کا نام اس کمیٹی میں شامل نہیں کیا۔

اب ذرا صدرِ پاکستان کی اہلیت کا بھی مطالعہ فرمالیجیے:

۱۔ مسلمان ہو (۱۹۶۲ء سے پہلے مسلمانی بھی شرط نہ تھی)

۲۔ ۳۵ سال سے کم عمر نہ ہو اور اس فہرست میں اس کا نام درج ہو۔

۳۔ قومی اسمبلی کا ممبر بننے کا اہل ہو۔ اور قومی اسمبلی کے ممبر کی اہلیت درج ذیل ہے:۔

(ا) بالغ شہری اور رائے دہندہ ہو۔

(ب) کسی منافع بخش عہدے پر متمکن نہ ہو۔

(ج) دیوالیہ یا ایبڈو زدہ نہ ہو۔

(د) سیاسی اور اخلاقی جرائم میں پچھلے ۵ سالوں میں ۲ سال تک قید کی سزا نہ بھگت چکا ہو۔

(ک) صوبائی یا قومی اسمبلی کا رکن یا کسی صوبے کا گورنر نہ ہو۔

اب پارلیمنٹ کے ممبر کی اہلیت و کردار اور شوریٰ کے ممبر کی اہلیت و کردار کا آپ خود موازنہ کر سکتے ہیں۔

شوریٰ کی ہیئت اور ارکان کی تعداد

شوریٰ کے ارکان کتنے ہوں، ان کے اجلاس کتنی دیر لیعد ہوں اور کہاں ہوں۔ یہ سب باتیں مشورہ طلب امر کی اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر ہوتی چاہئیں۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں نظامِ حکومت خوب مستحکم ہو چکا تھا۔ اور اس دور میں مسلمانوں کی سلطنت بھی ہمارے پاکستان سے بہت بڑی تھی۔ لہٰذا آپ کے دور کی شوریٰ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو وہ ہمارے لیے نظیر کا کام دے سکتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ تو واضح ہے کہ اسلام میں جو شخص زیادہ متقی اور صالح ہوگا وہ شوریٰ کا زیادہ حقدار ہے۔ اس لحاظ سے مہاجرین اولین کو اسلامی معاشرہ میں سب سے زیادہ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اس کے بعد دوسرا درجہ عام مہاجرین و انصار کا تھا اور اس کے بعد تیسرا درجہ عام مسلمانوں کا تھا۔ تو مشورہ میں بھی یہی ترتیب ملحوظ رکھی جاتی تھی۔

مہاجرین متقدمین پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ مسجد نبوی میں موجود رہتی تھی جس میں صرف مہاجرین صحابہؓ ہی شریک ہوتے تھے جہاں روزانہ انتظامات اور ضروریات پر گفتگو ہوتی تھی۔ صوبجات اور اضلاع کی روزانہ خبریں جو دربارِ خلافت میں پہنچتی تھیں حضرت عمرؓ ان کو اس مجلس میں بیان کرتے تھے۔ بحث طلب امور کا فیصلہ ہوتا اور موجود لوگوں سے استصواب کیا جاتا تھا۔ چنانچہ مجوسیوں پر جزیہ مقرر کرنے کا مسئلہ بھی اول اسی مجلس میں پیش ہوا تھا۔

مورخ بلاذری نے اس مجلس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

کان للمهاجرین مجلس فی المسجد فکان عمر یجلس معهم فیه ویحدثهم عما ینتهی الیه من امر الآفاق فقال یوماً "ما ادری کیف اصنع المجوس۔"

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں مہاجرین پر مشتمل ایک مجلس مسجد نبوی میں تھی۔ حضرت عمرؓ ان کے ساتھ بیٹھتے اور سلطنت کے اطراف سے آنے والی خبروں پر گفتگو کرتے۔ ایک دن فرمایا: "مجھے یہ سمجھ میں نہیں آرہا کہ مجوسیوں کے ساتھ کیسے معاملہ کیا جائے۔"

اس طرح کی مجلس کو ہم رئیس مملکت کے مشیروں کا نام دے سکتے ہیں۔

دوسری مجلس مہاجرین و انصار پر مشتمل تھی اور اس مجلس میں دونوں گروہوں کی موجودگی لازمی تھی۔ اس مجلس کے ارکان کی تعداد تو معلوم نہیں ہو سکی۔ البتہ چھ ارکان کا ذکر عام ملتا ہے جو مہاجرین سے تھے اور یہ وہی بزرگ ہیں جن کو حضرت عمرؓ نے خلافت کے لیے نامزد فرمایا تھا یعنی حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور تین انصار کا نام بھی ملتا ہے۔ معاذ بن جبلؓ، ابی بن کعبؓ اور زید بن ثابتؓ۔

جب کوئی اہم معاملہ پیش ہوتا تو یہ اجلاس بلایا جاتا۔ اس کے انعقاد کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے ایک منادی اعلان کرتا تھا کہ اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ یعنی سب لوگ نماز کے لیے جمع ہو جائیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیونکہ ان میں سے بعض ارکان مسجد نبوی سے دور ہی رہائش پذیر تھے ۔ جب یہ ارکان مسجد میں جمع ہو جاتے تو حضرت عمرؓ دو رکعت نماز پڑھاتے (جیسا کہ ہمارے ہاں تلاوت سے افتتاح ہوتا ہے) نماز کے بعد منبر پر بیٹھ کر خطبہ فرماتے اور بحث طلب مسئلہ پیش کیا جاتا ۔

بعض دفعہ حضرت عمرؓ یوں بھی کرتے کہ پہلے ایک گروہ سے مشورہ کر لیا، پھر دوسرے سے جیسا کہ آپ نے طاعون زدہ علاقے شام میں داخل ہونے کے وقت کیا اور عراق کی زمینوں کا مسئلہ مہاجرین و انصار کے مشترکہ اجلاس میں پیش کیا گیا تھا ۔ ایسی مجالس میں ہر شخص کو اختیار ہوتا تھا کہ وہ اپنی رائے کا اظہار پوری آزادی اور بے باکی سے کریں ۔

ایسی مجلس کو ہم موجودہ اسمبلی کا نام دے سکتے ہیں ۔

اور جب کوئی معاملہ اس مجلس میں بھی طے نہ ہو پاتا[1] تو پھر یہ مسئلہ اجلاس عام میں پیش کیا جاتا ۔ معرکہ نہاوند میں حضرت عمرؓ کی بذات خود روانگی کا مسئلہ بھی ایسا ہی تھا لیکن عام اجلاس کے باوجود یہ مسئلہ پھر بھی اہل شوریٰ کے رائے کے مطابق طے ہوا اور حضرت عمرؓ نے سپہ سالاری کا خیال ترک کر دیا ۔ عراق کی مفتوحہ زمینوں کا معاملہ بھی اجلاس عام میں پیش ہوا لیکن پھر بھی یہ طے نہ ہو سکا ۔ بالآخر حضرت عمرؓ کو قرآن کی آیت کا ایک حصہ ایسا یاد آگیا جو اس مسئلہ میں نص قطعی کا درجہ رکھتا تھا ۔ چنانچہ اسی کے مطابق حضرت عمرؓ نے فیصلہ دیا ۔

اس طرح کی مجلس کو ہم استصواب عام کہہ سکتے ہیں ۔ اس مجلس کے ارکان کی تقرری کی ضرورت نہیں ہوتی ۔

ان مجالس میں گو آخری فیصلہ کا اختیار حضرت عمرؓ کو تھا مگر بحیثیت مشیر وہ بھی بالکل مساوی درجہ رکھتے تھے ۔ آپ کا ارشاد ہے ۔

انی لم ازعجکم الا لان تشترکوا فی اماتتی فیما حملت من امورکم فانی واحدٌ کاحدکم ولست ارید ان تتبعوا ھذا الذی ھو ھوای[2] ۔

میں نے تمہیں اس لیے تکلیف دی ہے کہ تم میرے اس بارِ امانت میں شریک ہو جو تمہارے

[1] واضح رہے کہ یہاں طے ہونے سے مراد ہر مجلس کا انشراح صدر یا قلبی اطمینان ہے جو محض آزادی گفتگو سے نہیں ہوتا ۔ اور جب کوئی صورت نہ رہے تو پھر کثرت رائے کا سہارا لیا جاتا ہے ۔

[2] کتاب الخراج ۔ امام ابو یوسف ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہی امور ہی متعلق ہیں۔ میں بھی تم جیسا ہی ایک فرد ہوں اور نہیں چاہتا کہ تم میری رائے یا خواہش کے پیچھے لگو۔

پہلے امیر ہو یا شوریٰ؟

آج کل یہ سوال بڑی شدومد سے اٹھایا جارہا ہے کہ موجودہ دور میں نہ تو شوریٰ موجود ہے جو امیر کا انتخاب کرے اور نہ امیر موجود ہے جو شوریٰ کو منتخب کرے تو آغاز کار کہاں سے اور کیسے ہو؟ "پہلے انڈا یا مرغی؟" والا معاملہ ہو تو کیا کیا جائے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے امیر ہونا چاہیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود شوریٰ کو منتخب فرمایا تھا۔ شوریٰ کے ارکان کے لیے ضروری ہے کہ تقویٰ کی بنیاد پر ان کی SELECTION ہو۔ امیر کے تقرر میں مشورہ اور انتخاب مستحسن ضرور ہے۔ لیکن لازمی نہیں۔ جیسا کہ ہم خلافت کے مباحث سے تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں اور امیر کے لیے ایک مخصوص طرز انتخاب متعین نہ کرنے میں غالباً یہی شرعی حکمت تھی اور یہ بھی وضاحت کر چکے ہیں کہ ملت اسلامیہ کا اصل مقصد اسلامی نظام حیات کا قیام ہے۔ سربراہِ مملکت کا تقرر اصل مقصود نہیں۔ بلکہ اس کے حصول کا ذریعہ ہے۔ امیر کے انتخاب کے لیے شورائی صورت بہتر صورت ضرور ہے جب کہ اور بھی بہت سے طریقوں سے جواز ثابت ہے۔ ان باتوں سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ سربراہِ مملکت خواہ کسی بھی طریقہ سے برسر اقتدار آجائے اگر وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق نظام بپا کرتا ہے تو اس کے تقرر کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ نہ اسے یہ طعنہ دیا جاسکتا ہے کہ وہ غیر آئینی طریقہ سے یا چور دروازے سے آیا ہے بلکہ اس کی اطاعت واجب و لازم ہو جاتی ہے۔ (تفصیل ملی وحدت" کے تحت ملاحظہ فرمائیے)

نظریہ ضرورت

اس کی تازہ مثال موجودہ حکومت اور صدر ضیاء الحق کا برسر اقتدار آنا ہے۔ جس کو ہماری عدالت نے نظریہ ضرورت کے تحت جائز قرار دیا ہے۔ ہمارے خیال میں عدالت کا یہ فیصلہ شریعت کے عین مطابق ہے اور اس کی تائید درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

عن انس ابن مالک قال: خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال

"اَخَذَ الرایۃ زَیْدٌ فَاُصِیْبُ، ثُمَّ اخذھا جعفرٌ فاصیب، ثُمَّ اخذھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عبد اللہ ابن رواحۃ من غیر امرۃ ففتح علیہ ، ثم اخذھا خالد بن ولید من غیر امرۃ

(بخاری - کتاب الجہاد والسیر . باب من تأمر فی الحرب من غیر امرۃ)

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ سنایا اور فرمایا کہ (جنگ موتہ میں اسلامی سرداری کا جھنڈا) زید بن حارثہؓ نے سنبھالا وہ شہید ہوئے پھر جعفر بن ابی طالب نے سنبھالا وہ بھی شہید ہوئے ، پھر عبداللہ بن رواحہ نے سنبھالا وہ بھی شہید ہوئے (ان تینوں کا حکم تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یکے بعد دیگرے دیا تھا) پھر خالد بن ولید نے یہ سنبھالا کہ ان کی سرداری کا حکم نہیں دیا گیا تھا (وہ آپ ہی ضرورت دیکھ کر سردار بن گئے) تو اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح دی۔

لہٰذا اب اگلا مرحلہ یہ ہوگا اور اس بات کا امیر کو حق ہے ــــ کہ وہ اپنی شوریٰ کا انتخاب حسب دستور خود کرے ۔ صوبائی گورنر اپنی شوریٰ کا انتخاب بھی اسی طرح کریں گے جس طرح ہائی کورٹ کے ججوں کا انتخاب مشورہ سے ہوتا ہے ۔ جس کی تفصیل گزر چکی ہے ۔

شوریٰ کا انتخاب کیسے ہو

ہمارے موجودہ جمہوری نظام میں سربراہ مملکت عدلیہ اور انتظامیہ کی کلیدی اسامیوں کے انتخاب خود کرتا ہے اور اس سلسلہ میں اسے وسیع اختیارات حاصل ہیں ۔ مثلاً وہ پاکستان کی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کا تقرر خود کرتا ہے ۔ پھر اس کے مشورہ سے دوسرے ججوں کا تقرر کرتا ہے ۔ اسی طرح وہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اور متعلقہ صوبہ کے گورنر کے مشورہ سے ہائی کورٹوں کے چیف جسٹس ــــ پھر سپریم کورٹ کے چیف جسٹس ، متعلقہ صوبہ کے گورنر اور متعلقہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے مشورہ سے ہائی کورٹ کے ججوں کا تقرر کرتا ہے ۔ گویا متذکرہ افراد سے وہ صرف مشورہ کرنے کا پابند ہے اس مشورے کو قبول کرنے کا پابند نہیں ۔ یعنی ان تقرریوں میں اسے وسیع اختیارات حاصل ہیں ۔ وہ عارضی جج اور اٹارنی جنرل کا تقرر بھی کرتا ہے ۔

یہ عدلیہ کی بات تھی ۔ انتظامیہ میں اسے اس سے زیادہ وسیع اختیارات حاصل ہیں ۔ بیسیوں محکموں کے کلیدی مناصب ، افواج پاکستان کے بڑے بڑے عہدہ دار اور بیرونی ممالک میں سفیروں کے تقرر تک کے اختیارات اسے حاصل ہیں ۔ ان تقرریوں میں بھی وہ مشورہ کا پابند

© rasailojaraid.com